

تفسير القرآن

القسم

(٥٢)

القمر

نام | پہلی ہی آیت کے فقرہ **وَأَنْشَقَّ الْقَمَرَ** سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سورۃ جس میں لفظ القمر آیا ہے۔

زمانہ نزول | اس میں شق القمر کے واقعہ کا ذکر آیا ہے جس سے اس کا زمانہ نزول متعین ہو جاتا ہے۔
تحدیث و مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے مکہ معظمہ میں نبی کے مقام پر پیش آیا تھا۔

موضوع اور مضمون | اس میں کفار مکہ کو اُس ہٹ دھرمی پر تنبیہ کیا گیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مقابلہ میں اختیار کر رکھی تھی۔ شق القمر کا حیرت انگیز واقعہ اس بات کا صریح نشان تھا کہ وہ قیامت جس کے آنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے، فی الواقع برپا ہو سکتی ہے، اور اُس کی آمد کا وقت قریب آگیا ہے۔ چاند جیسا عظیم الشان گڑھ اُن کی آنکھوں کے سامنے پھٹا تھا۔ اس کے دونوں ٹکڑے الگ ہو کر ایک دوسرے سے اتنی دُور چلے گئے تھے کہ دیکھنے والوں کو ایک ٹکڑا اُپھاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا تھا۔ پھر اُن کی آنی میں وہ دونوں پھر مل گئے تھے۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ نظام عالم ازلی وابدی اور غیر فانی نہیں ہے۔ وہ درہم برہم ہو سکتا ہے۔ بڑے بڑے ستارے اور سیارے پھٹ سکتے ہیں۔ پکھر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ٹکرا سکتے ہیں۔ اور وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جس کا نقشہ قیامت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے قرآن میں کھینچا گیا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ یہ اس امر کا پتہ بھی دے رہا تھا کہ نظام عالم کے درہم برہم ہونے کا آغاز ہو گیا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب قیامت برپا ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حیثیت سے لوگوں کو اس واقعہ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا، دیکھو اور گواہ رہو۔ مگر کفار نے اسے جاؤ کا کرشمہ قرار دیا اور اپنے انکار پر جے رہے۔ اسی ہٹ دھرمی پر اس سورہ میں اُنہیں ملامت کی گئی ہے۔

کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ نہ بھاننے سے مانتے ہیں، نہ تاریخ سے عبرت حاصل کرتے ہیں، نہ آنکھوں سے مزج نشانیاں دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ اب یہ اُسی وقت مابین گے جب قیامت فی الواقع برپا ہو جائے گی اور قبروں سے نکل کر یہ داؤرِ محشر کی طرف دوڑے جارہے ہوں گے۔

اس کے بعد ان کے سامنے قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور آل فرعون کا حال مختصر الفاظ میں بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تنبیہات کو جھٹلا کر یہ قومیں کس دوزخ میں کس عذاب سے دوچار ہوئیں، اور ایک ایک قوم کا قصہ بیان کرنے کے بعد بار بار یہ بات دہرائی گئی ہے کہ یہ قرآن نصیحت کا آسان ذریعہ ہے جس سے اگر کوئی قوم سبق لے کر راہِ راست پر آجائے تو اُس عذابوں کی نوبت نہیں آسکتی جو ان قوموں پر نازل ہوئے۔ اب آخر یہ کیا حماقت ہے کہ اس آسان ذریعہ سے نصیحت قبول کرنے کے بجائے کوئی اسی پر اصرار کرے کہ عذاب دیکھیے بغیر نہ مانے گا۔

اس طرح پچھلی قوموں کی تاریخ سے عبرت ناک مثالیں دینے کے بعد کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ جس طرزِ عمل پر دوسری قومیں سزا پانچکی ہیں وہی طرزِ عمل اگر تم اختیار کرو تو آخر تم کیوں نہ سزا پاؤ گے؟ کیا تمہارے کچھ سُرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ تمہارے ساتھ دوسروں سے مختلف معاملہ کیا جائے؟ یا کوئی خاص معافی نامہ تمہارے پاس لکھا ہوا آگیا ہے کہ جس مجرم پر دوسرے پکڑے گئے ہیں وہی تم کر دگے تو تمہیں نہ پکڑا جائے گا؟ اور اگر تم اپنی جمعیت پر پھولے ہوئے ہو تو عنقریب تمہاری یہ جمعیت شکست کھا کر بھاگتی نظر آئے گی، اور اس سے زیادہ سخت معاملہ تمہارے ساتھ قیامت کے روز ہوگا۔

آخر میں کفار کو بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قیامت لانے کے لیے کسی بڑی تیاری کی حاجت نہیں ہے۔ اُس کا بس ایک حکم ہوتے ہی پلک جھپکاتے وہ برپا ہو جائے گی۔ مگر ہر چیز کی طرح نظامِ عالم اور نوعِ انسانی کی بھی ایک تقدیر ہے۔ اس تقدیر کے لحاظ سے جو وقت اس کام کے لیے مقرر ہے اسی وقت پر وہ ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جب کوئی چیلنج کرے اُس کو قائل کرنے کے لیے قیامت لاکھڑی کی جائے۔ اُس کو اتنے نہ دیکھ کر تم سرکشی اختیار کر دگے تو اپنی شامیتِ اعمال کا نتیجہ بھگتو گے۔ تمہارا کچا چٹھا خدا کے ہاں تیار ہو رہا ہے جس میں تمہاری کوئی چھوٹی یا بڑی حرکت ثبت ہونے سے رہ نہیں گئی ہے۔

آيَاتُهَا ۵ سُورَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۱۱ رُكُوْعَاتُهَا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَاَنْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَرَوْا آيَةً

قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں

۱۔ یعنی چاند کا پھٹ جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ قیامت کی گھڑی، جس کے آنے کی تم لوگوں کو خبر دی جاتی رہی ہے، قریب آگئی ہے اور نظام عالم کے درہم برہم ہونے کا آغاز ہو گیا ہے۔ نیز یہ واقعہ کہ چاند جیسا ایک عظیم کڑھ شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا، اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ جس قیامت کا تم سے ذکر کیا جا رہا ہے وہ برپا ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب چاند پھٹ سکتا ہے تو زمین میں بھی پھٹ سکتی ہے، تاروں اور سیاروں کے مدار بھی بدل سکتے ہیں اور افلاک کا یہ سارا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی چیز انسانی وابدی اور دائم و مستقل نہیں ہے کہ قیامت برپا نہ ہو سکے۔

بعض لوگوں نے اس فقرے کا مطلب یہ لیا ہے کہ چاند پھٹ جائے گا لیکن عربی زبان کے لحاظ سے چاہے یہ مطلب لینا ممکن ہو، عبارت کا سیاق و سباق اس معنی کو قبول کرنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ اول تو یہ مطلب لینے سے پہلا فقرہ ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔ چاند اگر اس کلام کے نزول کے وقت پھٹا نہیں تھا، بلکہ وہ آئندہ کبھی پھٹنے والا ہے تو اس کی بنا پر یہ کہنا بالکل مہمل بات ہے کہ قیامت کی گھڑی قریب آگئی ہے۔ آخر مستقبل میں پیش آنے والا کوئی واقعہ اس کے قُرب کی علامت کیسے قرار پا سکتا ہے کہ اسے شہادت کے طور پر پیش کرنا ایک معقول طرز استدلال ہو۔ دوسرے، یہ مطلب لینے کے بعد جب ہم آگے کی عبارت پڑھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ آگے کی عبارت صاف بتا رہی ہے کہ لوگوں نے اُس وقت کوئی نشانی دیکھی تھی جو امکان قیامت کی مزید علامت تھی مگر انہوں نے اسے جادو کا کرشمہ قرار دے کر ٹھٹھا دیا اور اپنے اس خیال پر جھجے رہے کہ قیامت کا آنا ممکن نہیں ہے۔ اس سیاق و سباق میں اِنْشَقَّ الْقَمَرُ کے الفاظ اسی صورت میں ٹھیک بیٹھ سکتے ہیں جبکہ ان کا مطلب ”چاند پھٹ گیا“ ہو۔ ”پھٹ جائے گا“ کے معنی میں ان کو لے لیا جائے تو بعد کی ساری بات بے جوڑ ہو جاتی ہے۔ سلسلہ کلام میں اس فقرے کو رکھ کر دیکھ لیجیے، آپ کو خود محسوس ہو جائے گا کہ اس کی وجہ سے ساری عبارت بے معنی ہو گئی ہے:

”قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ جائے گا۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی

دیکھ لیں، اُمنہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے ٹھٹھا دیا اور اپنی خواہشات

نفس کی پیروی کی

پس حقیقت یہ ہے کہ شق القمر کا واقعہ قرآن کے صریح الفاظ سے ثابت ہے اور حدیث کی روایات پر اس کا انحصار نہیں ہے۔ البتہ روایات سے اس کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کب اور کیسے پیش آیا تھا۔ یہ روایات بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، ابو حنوفہ، ابو داؤد طیالسی، عبد الرزاق، ابن جریر، ہیثمی، طبرانی، ابن مردؤیہ اور ابو نعیم اصفہانی نے بکثرت سندوں کے ساتھ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حذیفہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت جُبَیر بن مُطعم سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین بزرگ، یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ اور حضرت جُبَیر بن مُطعم تصریح کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔ اور دو بزرگ ایسے ہیں جو اس کے عینی شاہد نہیں ہو سکتے، کیونکہ بیان میں سے ایک (یعنی عبداللہ بن عباس) کی بیباکتی سے پہلے کا واقعہ ہے، اور دوسرے (یعنی انس بن مالک) اُس وقت چمکے تھے لیکن چونکہ یہ دونوں حضرات صحابی ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسے سن رسیدہ صحابیوں سے سُن کر ہی اسے روایت کیا ہو گا جو اس واقعہ کا براہ راست علم رکھتے تھے۔

تمام روایات کو جمع کرنے سے اس کی جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ ہجرت سے تقریباً ۱۰ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ قمری مہینے کی چودھویں شب تھی۔ چاند بھی ابھی طلوع ہوا تھا۔ یکا یک وہ پھٹا اور اس کا ایک ٹکڑا اسلٹنے کی پھاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا۔ یہ کیفیت بس ایک ہی لمحہ رہی اور پھر دونوں ٹکڑے باہم بڑھ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو کفار نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر جادو کر دیا تھا اس لیے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ دوسرے لوگ بولے کہ محمد ہم پر جادو کر سکتے تھے، تمام لوگوں پر تو نہیں کر سکتے تھے۔ باہر کے لوگوں کو آنے دو۔ اُن سے پوچھیں گے کہ یہ واقعہ انہوں نے بھی دیکھا ہے یا نہیں۔ باہر سے جب کچھ لوگ آئے تو انہوں نے شہادت دی کہ وہ بھی یہ منظر دیکھ چکے ہیں۔

بعض روایات جو حضرت انس سے مروی ہیں ان کی بنا پر یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شق القمر کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ پیش آیا تھا۔ لیکن اولیٰ تر صحابہ میں سے کسی اور نے یہ بات بیان نہیں کی ہے۔ دوسرے خود حضرت انس کی بھی بعض روایات میں ترتین (دو مرتبہ) کے الفاظ ہیں اور بعض میں فرقتین اور شقتین (دو ٹکڑے) کے الفاظ۔ تیسرے یہ کہ قرآن مجید صرف ایک ہی انشعاق کا ذکر کرتا ہے۔ اس بنا پر صحیح بات یہی ہے کہ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا۔ رہے وہ قحط جو عوام میں مشہور ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ کہ چاند کا ایک ٹکڑا حضور کے گریبان میں داخل ہو کر آپ کی آستین سے نکل گیا، تو یہ بالکل ہی بے اصل ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی حقیقی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ ایک معجزہ تھا جو کفار مکہ کے مطالبہ

پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے ثبوت میں دکھایا تھا، یا یہ ایک حادثہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چاند میں پیش آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اُس کی طرف توجہ صرف اس غرض کے لیے دلائی کہ یہ امکان قیامت اور قُرب قیامت کی ایک نشانی ہے، علماء اسلام کا ایک بڑا گروہ اسے حضور کے معجزات میں شمار کرتا ہے اور اُن کا خیال یہ ہے کہ کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ دکھایا گیا تھا۔ لیکن اس رائے کا مدار صرف بعض اُن روایات پر ہے جو حضرت انس سے مروی ہیں۔ اُن کے سوا کسی صحابی نے بھی یہ بات بیان نہیں کی ہے۔ ترمذی نے ابن ماجہ کے حوالے سے یہ قسطنطینیہ کے طریقوں سے منقول ہوا ہے ان میں سے کسی میں بھی حضرت انس کی حدیث کے سوا یہ مضمون میری نگاہ سے نہیں گزرا کہ شق القمر کا واقعہ مشرکین کے مطالبہ پر ہوا تھا۔ باب اشفاق القرآن۔ ایک روایت ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوة میں حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی اس مضمون کی نقل کی ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے، اور قوی سندوں سے جتنی روایات کتب حدیث میں ابن عباس سے منقول ہوئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ بریں حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عباس، دونوں اس واقعہ کے ہم عصر نہیں ہیں۔ بخلاف اس کے جو صحابہ اُس زمانے میں موجود تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت جبر بن مطعم، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ مشرکین مکہ نے حضور کی صداقت کے ثبوت میں کسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا اور اس پر شق القمر کا یہ معجزہ اُن کو دکھایا گیا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن مجید خود بھی اس واقعہ کو رسالت محمدی کی نہیں بلکہ قُرب قیامت کی نشانی کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ البتہ یہ اس لحاظ سے حضور کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ضرور تھا کہ آپ نے قیامت کے آنے کی جو خبریں لوگوں کو دی تھیں، یہ واقعہ اُن کی تصدیق کر رہا تھا۔

مشرکین اس پر دو طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ اول تو ان کے نزدیک ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے کہ چاند جیسے عظیم کڑے کے دو ٹکڑے پھٹ کر الگ ہو جائیں اور سینکڑوں میل کے فاصلے تک ایک دوسرے سے دُور جانے کے بعد پھر باہم جڑ جائیں۔ دوسرے، وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ واقعہ دنیا بھر میں مشہور ہو جاتا، تاریخوں میں اس کا ذکر آتا اور علم نجوم کی کتابوں میں اسے بیان کیا جاتا۔ لیکن درحقیقت یہ دونوں اعتراضات بے وزن ہیں۔ جہاں تک اس کے امکان کی بحث ہے، قدیم زمانے میں تو شاید وہ چل بھی سکتی تھی، لیکن موجودہ دور میں سیاروں کی ساخت کے متعلق انسان کو جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کی بنا پر یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک کرہ اپنے اندر کی آتش نشانی کے باعث پھٹ جائے اور اس زبردست انفجار سے اس کے دو ٹکڑے دُور تک چلے جائیں، اور پھر اپنے مرکز کی مقناطیسی قوت کے سبب سے وہ ایک دوسرے کے ساتھ آملیں۔ رہا دوسرا اعتراض تو وہ اس لیے بے وزن ہے کہ یہ واقعہ اچانک بس ایک لمحہ کے لیے پیش آیا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ اُس خاص لمحے میں دنیا بھر کی نگاہیں چاند کی طرف لگی ہوئی ہوں۔ اس سے کوئی دھماکا نہیں ہوا تھا کہ لوگوں کی توجہ اس کی طرف منعطف ہوتی۔ پہلے سے کوئی اطلاع اُس کی نہ تھی کہ لوگ اس کے منتظر ہو کر آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوتے۔ پوری روئے زمین پر اُسے دیکھا

يَعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ
وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۝۳ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ

منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جلتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے (اس کو بھی) ٹھٹھلا دیا اور اپنی خواہشات نفس ہی کی پیروی کی۔ ہر معاملہ کو آخر کار ایک انجام پر پہنچ کر رہنا ہے۔

ان لوگوں کے سامنے (پچھلی قوموں کے) وہ حالات آچکے ہیں جن میں سرکشی سے باز

بھی نہیں جاسکتا تھا، بلکہ صرف عرب اور اس کے مشرقی جانب کے ممالک جو میں اُس وقت چاند نکلا ہوا تھا تاریخ نگاری کا ذوق اور فن بھی اُس وقت تک اتنا ترقی یافتہ نہ تھا کہ مشرقی ممالک میں جن لوگوں نے اسے دیکھا ہو تو وہ اسے ثبت کر لیتے اور کسی مؤرخ کے پاس یہ شہادتیں جمع ہوتیں اور وہ تاریخ کی کسی کتاب میں ان کو درج کر لیتا۔ تاہم مالابار کی تاریخوں میں یہ ذکر آیا ہے کہ اُس رات وہاں کے ایک راجہ نے یہ منظر دیکھا تھا۔ رہیں علم نجوم کی کتابیں اور جنتریاں، تو ان میں اس کا ذکر آنا صرف اُس حالت میں ضروری تھا جبکہ چاند کی رفتار، اور اس کی گردش کے راستے، اور اس کے طلوع و غروب کے اوقات میں اس سے کوئی فرق واقع ہوا ہوتا۔ یہ صورت چونکہ پیش نہیں آئی اس لیے قدیم زمانے کے اہل تنجیم کی تو جہ اس کی طرف منعطف نہیں ہوئی۔ اُس زمانے میں رصد گاہیں اس حد تک ترقی یافتہ نہ تھیں کہ افلاک میں پیش آنے والے ہر واقعہ کا نوٹس لیتیں اور اس کو ریکارڈ پر محفوظ کر لیتیں۔

۵۲ اصل الفاظ ہیں **سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ** اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ معاذ اللہ شب و روز کی جادوگری کا جو سلسلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چلا رکھا ہے، یہ جادو بھی اسی میں سے ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ پکا جادو ہے بڑی صارت سے دکھایا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس طرح اور جادو گزر گئے ہیں، یہ بھی گزر جائے گا، اس کا کوئی دیر پا اثر رہنے والا نہیں ہے۔

۵۳ یعنی جو فیصلہ انہوں نے قیامت کو نہ ماننے کا کر رکھا ہے، اس نشانی کو دیکھ کر بھی یہ اُسی پر جھے رہے۔ قیامت کو مان لینا چونکہ ان کی خواہشات نفس کے خلاف تھا اس لیے صریح مشابہہ کے بعد بھی یہ اُسے تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوئے۔

۵۴ مطلب یہ ہے کہ یہ سلسلہ بلا نہایت نہیں چل سکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حق کی طرف بلاتے رہیں، اور تم ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے باطل پر جھے رہو، اور ان کا حق پر ہونا اور تمہارا باطل پر ہونا کبھی ثابت نہ ہو۔ تمام معاملات آخر کار ایک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں، اسی طرح تمہاری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کشمکش کا بھی لامحالہ ایک انجام ہے جس پر یہ پہنچ کر رہے گی۔ ایک وقت لازماً ایسا آنا ہے جب علی الاعلان یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ حق

مَنْ دَجَرَ ۱۰ حِكْمَةً بَالِغَةً فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۱۱ فَمَوَّلَ
عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نَّكَرٍ ۱۲ خُشَعًا أَبْصَارُهُمْ
يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۱۳
مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكٰفِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسَىٰ ۱۴

دفع لازم

رکھنے کے لیے کافی سامان عبرت ہے اور ایسی حکمت جو نصیحت کے مقصد کو بدرجہ اتم پورا کرتی ہے۔ مگر تنبیہات ان پر کارگر نہیں ہوتیں۔ پس اُسے نبی ان سے سُخ پھیر لو۔ جس روز پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا، لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ بکھری ہوئی بڈیاں ہیں۔ پکارنے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے اور وہی منکرین (جو دنیا میں اس کا انکار کرتے تھے) اُس وقت کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا کٹھن ہے۔

پرتھ اور تم سراسر باطل کی پیروی کر رہے تھے۔ اسی طرح حق پرست اپنی حق پرستی کا، اور باطل پرست اپنی باطل پرستی کا نتیجہ بھی ایک دن ضرور دیکھ کر رہیں گے۔

۱۰ بالفاظ دیگر انہیں ان کے حال پر پھوڑ دو۔ جب انہیں زیادہ سے زیادہ معقول طریقہ سے سمجھایا جا چکا ہے، اور انسانی تاریخ سے مثالیں دے کر بھی بتا دیا گیا ہے کہ انکار آخرت کے نتائج کیا ہیں اور رسولوں کی بات نہ ماننے کا کیا عبرتناک انجام دوسری قومیں دیکھ چکی ہیں، پھر بھی یہ اپنی بٹ دھری سے باز نہیں آتے، لہذا انہیں اسی حماقت میں پڑا رہنے دو۔ اب یہ اُسی وقت مانیں گے جب مرنے کے بعد قبروں سے نکل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ وہ قیامت واقعی برپا ہو گئی جس سے قبل از وقت خبردار کر کے راہ راست اختیار کر لینے کا مشورہ انہیں دیا جا رہا تھا۔

۱۱ دوسرا مطلب انجان چیز بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ایسی چیز جو کبھی اُن کے سامان گمان میں بھی نہ تھی، جس کا کوئی نقشہ اور کوئی تصویر ان کے ذہن میں نہ تھا، جس کا کوئی اندازہ ہی وہ نہ کر سکتے تھے کہ یہ کچھ بھی کبھی پیش آ سکتا ہے۔
۱۲ اصل الفاظ ہیں خُشَعًا أَبْصَارُهُمْ، یعنی اُن کی نگاہیں خشوع کی حالت میں ہوں گی۔ اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اُن پر نبوتِ زدی طاری ہوگی۔ دوسرے یہ کہ ذلت اور ندامت اُن سے جھلک رہی ہوگی کیونکہ قبروں سے نکلتے ہی انہیں محسوس ہو جائے گا کہ یہ وہی دوسری زندگی ہے جس کا ہم انکار کرتے تھے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمَ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ
 وَازْدُجِرَ ۙ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرْ ۙ ففَتَحْنَا
 أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمٍ ۙ ۙ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا
 فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۙ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ
 الْأَوْجِ ۙ وَدُسِّرُ ۙ بِتَجْرِئِ بَاعِثِنَا جَوَاءَ لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ۙ ۙ

ان سے پہلے نوح کی قوم جھٹلا چکی تھی۔ انہوں نے ہمارے بندے کو ٹھوٹا قرار دیا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے، اور وہ بُری طرح جھڑکا گیا۔ آخر کار اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ "میں مغلوب ہو چکا، اب تو ان سے انتقام لے" تب ہم نے موسلا دار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کر دیا، اور یہ سارا پانی اُس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا، اور نوح کو ہم نے ایک تختوں اور کیلوں والی پر سوار کر دیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی۔ یہ تھا بدلہ اُس شخص کی خاطر جس کی نافرمانی کی گئی تھی۔

جس کے لیے کوئی تیاری کر کے ہم نہیں آئے ہیں، جس میں اب مجرم کی حیثیت سے ہمیں اپنے خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ گھبرائے ہوئے اُس ہرناک منظر کو دیکھ رہے ہوں گے جو ان کے سامنے ہو گا، اُس سے نظر ہٹانے کا انہیں ہوش نہ ہو گا۔

۵۷ قبروں سے مراد وہی قبریں نہیں ہیں جن میں کسی شخص کو زمین کھود کر باقاعدہ دفن کیا گیا ہو۔ بلکہ جن جگہ بھی کوئی شخص مرا تھا، یا جہاں بھی اس کی خاک پڑی ہوئی تھی، وہیں سے وہ محشر کی طرف پکارتے والے کی ایک آواز پراٹھ کھڑا ہو گا۔

۵۹ یعنی اس خبر کو جھٹلا چکی ہے کہ آخرت برپا ہوتی ہے جس میں انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا، اُس نبی کی نبوت کو جھٹلا چکی ہے جو اپنی قوم کو اس حقیقت سے آگاہ کر رہا تھا، اور نبی کی اُس تعلیم کو جھٹلا چکی ہے جو یہ بتاتی تھی کہ آخرت کی بازیچہ میں کامیاب ہونے کے لیے لوگوں کو کیا عقیدہ اور کیا عمل اختیار کرنا چاہیے اور کس چیز سے بچنا چاہیے۔

وَلَقَدْ تَرَكْنَهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَدَابِي
وَنَذِيرٍ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ ﴿۱۷﴾

اُس کشتی کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا، پھر کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا؟ دیکھ لو کیسا
تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ
بنا دیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

۱۵ یعنی ان لوگوں نے محض نبی کی تکذیب ہی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اٹا سے دیوانہ قرار دیا، اس کو دھکیلا
دیں، اس پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ کی، اسے ڈانٹ ڈپٹ کر صداقت کی تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی، اور
اس کا جینا دو بھر کر دیا۔

۱۶ یعنی اللہ کے حکم سے زمین اس طرح پھوٹ بھی کہ گویا وہ زمین نہ تھی بلکہ بس پتھے ہی پتھے تھے۔

۱۷ مراد ہے وہ کشتی جو طوفان کی آمد سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق حضرت نوح نے بنائی تھی۔
۱۸ اصل الفاظ ہیں جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرًا، یعنی یہ سب کچھ اُس شخص کی خاطر بدلہ لینے کے لیے کیا گیا جس کا
کفر کیا گیا تھا۔ کفر اگر انکار کے معنی میں ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ ”جس کی بات ماننے سے انکار کیا گیا تھا“ اور اگر اسے
کفرانِ نعمت کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ ”جس کا وجود ایک نعمت تھا مگر اُس کی ناقدری کی گئی تھی“
۱۹ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے اس عقوبت کو ایک نشانِ عبرت بنا کر چھوڑ دیا۔ لیکن ہمارے نزدیک
زیادہ قابلِ تزییح معنی یہ ہیں کہ اُس کشتی کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ ایک بلند و بالا پہاڑ پر اُس کا موجود ہونا سینکڑوں ہزاروں
برس تک لوگوں کو خدا کے غضب سے خبردار کرتا رہا اور انہیں یاد دلاتا رہا کہ اس سرزمین پر خلایک نافرمانی کرنے والوں
کی کیسی شامت آئی تھی اور ایمان لانے والوں کو کس طرح اُس سے بچا گیا تھا۔ امام بخاری، ابن ابی حاتم، عبد الزراق
اور ابن جریر نے قتادہ سے یہ روایات نقل کی ہیں کہ مسلمانوں کی فتحِ عراق والجزیرہ کے زمانے میں یہ کشتی جُردی پر
(اور ایک روایت کے مطابق ہاترڈی نامی بستی کے قریب) موجود تھی اور ابتدائی دور کے اہل اسلام نے اس کو دیکھا تھا۔
موجودہ زمانے میں بھی ہوائی جہازوں سے پرواز کرتے ہوئے بعض لوگوں نے اس علاقے کی ایک چوٹی پر ایک
کشتی نما چیز پڑی دیکھی ہے جس پر شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ سفینۂ نوح ہے، اور اسی بنا پر وقتاً فوقتاً اس کی تلاش کے لیے
مہمات جاتی رہی ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، الاعراب، حاشیہ ۴۷، بود، حاشیہ
۴۷۔ جلد سوم، العنکبوت، حاشیہ ۲۵)۔

۱۵ بعض لوگوں نے یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ کے الفاظ سے یہ غلط مطلب نکال لیا ہے کہ قرآن ایک آسان

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَدَابِي وَنُذِيرًا ۱۸ إِنَّا أَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمٍ نَحِيسُ مُسْتَمِرًّا ۱۹ تَنْزِعُ النَّاسُ

عاد نے جھٹلایا، تو دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے ایک
پیہمِ نحوست کے دن سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پھینک ہی تھی

کتاب ہے، اسے سمجھنے کے لیے کسی علم کی ضرورت نہیں، حتیٰ کہ عربی زبان تک سے واقفیت کے بغیر جو شخص چاہے
اس کی تفسیر کر سکتا ہے اور حدیث و فقہ سے بے نیاز ہو کر اس کی آیات سے جو احکام چاہے مستنبط کر سکتا ہے۔ حالانکہ
جس سیاق و سباق میں یہ الفاظ آئے ہیں اس کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد کا مدعا لوگوں کو
یہ سمجھانا ہے کہ نصیحت کا ایک ذریعہ تو ہیں وہ عبرت تاک عذاب جو سرکش قوموں پر نازل ہوتے، اور دوسرا ذریعہ ہے یہ
قرآن جو دلائل اور وعظ و تلقین سے تم کو سیدھا راستہ بتا رہا ہے۔ اس ذریعہ کے مقابلے میں نصیحت کا یہ ذریعہ زیادہ
آسان ہے۔ پھر کیوں تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور عذاب ہی دیکھنے پر اصرار کیے جاتے ہو؟ یہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کا
فضل ہے کہ اپنے نبی کے ذریعہ سے یہ کتاب بھیج کر وہ تمہیں خبردار کر رہا ہے کہ جن راہوں پر تم لوگ جا رہے ہو وہ کس تباہی
کی طرف جاتی ہیں اور تمہاری خیر کس راہ میں ہے۔ نصیحت کا یہ طریقہ اسی لیے تو اختیار کیا گیا ہے کہ تباہی کے گڑھے میں
گرنے سے پہلے تمہیں اس سے بچا لیا جائے۔ اب اس سے زیادہ نادان اور کون ہو گا جو سیدھی طرح سمجھانے سے نہ مانے
اور گڑھے میں گر کر ہی یہ تسلیم کرے کہ واقعی یہ گڑھا تھا۔

۱۶ یعنی ایک ایسے دن جس کی نحوست کئی روز تک مسلسل جاری رہی۔ سورۃ نجم السجدہ، آیت ۱۶ میں
فِي أَيَّامٍ مَّحْسَبَاتٍ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اور سورۃ الحاقہ آیت ۷ میں فرمایا گیا ہے کہ ہوا کا یہ طوفان مسلسل
سات رات اور آٹھ دن جاری رہا۔ مشہور ہے کہ جس دن یہ عذاب شروع ہوا وہ بدھ کا دن تھا۔ اسی سے لوگوں میں یہ
خیال پھیل گیا کہ بدھ کا دن منحوس ہے اور کوئی کام اس دن شروع نہ کرنا چاہیے۔ بعض نہایت ضعیف احادیث بھی اس
سلسلے میں نقل کی گئی ہیں جن سے اس دن کی نحوست کا عقیدہ عوام کے ذہن میں بیٹھ گیا ہے۔ مثلاً ابن مژدہ اور خطیب
بغدادی کی یہ روایت کہ اخوار بقاء فی الشہر یوم نحس مستقر (صیغہ کا آخری بدھ منحوس ہے جس کی نحوست
مسلسل جاری رہتی ہے)۔ ابن جوزی اسے موضوع کہتے ہیں۔ ابن رجب نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ حافظ
سخاوی کہتے ہیں کہ چلنے طریقوں سے یہ منقول ہوئی ہے وہ سب داہی ہیں۔ اسی طرح طبرانی کی اس روایت کو بھی محدثین
نے ضعیف قرار دیا ہے کہ یوم الاربعاء یوم نحس مستقر (بدھ کا دن پیہم نحوست کا دن ہے)۔ بعض اور روایات
میں یہ باتیں بھی مروی ہیں کہ بدھ کو سفر نہ کیا جائے، لین دین نہ کیا جائے، ناخن نہ کٹوائے جائیں، مریض کی عیادت نہ
کی جائے، اور یہ کہ بچام اور برص اسی روز شروع ہوتے ہیں۔ مگر یہ تمام روایات ضعیف ہیں اور ان پر کسی عقیدے

كَانَهُمْ أَجْمَازُ نَخْلٍ مُنْقَعٍ ۚ ۲۰ ۚ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِي ۚ ۲۱ ۚ
 وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۚ ۲۲ ۚ كَذَّبَتْ
 ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۚ ۲۳ ۚ فَقَالُوا ابْشِرْنَا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ ۚ
 إِنَّا إِذَا لَفِيَ ضَلِيلٌ وَ سَعِيرٌ ۚ ۲۴ ۚ أَلْقَى الذِّكْرَ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا

جیسے وہ جڑے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں پس دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی
 تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، پھر کیا
 ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

ثمود نے تنبیہات کو جھٹلایا اور کہنے لگے "ایک اکیلا آدمی جو ہم ہی میں سے ہے کیا اب ہم
 اُس کے پیچھے چلیں؟" اس کا اتباع ہم قبول کر لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم بہک گئے ہیں اور
 ہماری عقل ماری گئی ہے۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص تھا جس پر خدا کا ذکر نازل کیا گیا؟

کی بنا نہیں رکھی جاسکتی۔ محقق مناوی کہتے ہیں: توفی الاربعاء على جهة الطيرة ووطن اعتقاد المنجمين حرام
 شديد التحريم، اذ لا يامر كلها الله تعالى، لا تنفع ولا تضر بذا انها، بدفالي کے خیال سے جگہ کے
 دن کو منحوس سمجھ کر چھوڑنا اور نجومیوں کے سے اعتقادات اس باب میں رکھنا حرام، سخت حرام ہے، کیونکہ سارے دن
 اللہ کے ہیں، کوئی دن بذاتِ خود نہ نفع پہنچانے والا ہے نہ نقصان۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں "سارے دن یکساں ہیں،
 بدھ کی کوئی تخصیص نہیں۔ رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے جو کسی کے لیے اچھی اور کسی دوسرے کے لیے بری
 ہو۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کسی کے لیے موافق اور کسی کے لیے ناموافق حالات پیدا کرتا رہتا ہے۔"

کلمہ بالفاظ دیگر، حضرت صالح کی پیروی سے ان کا انکار تین وجوہ سے تھا۔ ایک یہ کہ وہ بشر ہیں، انسانیت
 سے بالاتر نہیں ہیں کہ ہم ان کی بڑائی مان لیں۔ دوسرے یہ کہ وہ ہماری اپنی ہی قوم کے ایک فرد ہیں۔ ہم پر ان کی نصیحت
 کی کوئی وجہ نہیں۔ تیسرے یہ کہ اکیلے ہیں، ہمارے عام آدمیوں میں سے ایک آدمی ہیں، کوئی بڑے سردار نہیں ہیں جس کے
 ساتھ کوئی بڑا جتھا ہو، لاؤ لشکر ہو، خدم دشمن ہوں، اور اس بنا پر ہم ان کی بڑائی تسلیم کر لیں۔ وہ چاہتے تھے کہ نبی یا تو
 کوئی فوق البشر ہستی ہو، یا اگر وہ انسان ہی ہو تو ہمارے اپنے ملک اور قوم میں پیدا نہ ہوا ہو، بلکہ کہیں اور سے اتر
 کر آئے یا باہر سے بھیجا جائے، اور اگر یہ بھی نہیں تو کم از کم اُسے کوئی رئیس ہونا چاہیے جس کی غیر معمولی شان و شوکت

بَلْ هُوَ كَذَابٌ آثِرٌ ۝۱۵ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِّنَ الْكَذَابِ الْآثِرِ ۝۱۶
 إِنَّا هُمْ سِلْوُ النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝۱۷
 وَيَنْتَهُمُ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شَرِبٍ فَحْتِصِرْ ۝۱۸
 فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ۝۱۹ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

نہیں، بلکہ یہ پرلے درجے کا جھوٹا اور بر خود غلط ہے۔ (ہم نے اپنے پیغمبر سے کہا) کل ہی انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون پرلے درجے کا جھوٹا اور بر خود غلط ہے۔ ہم اونٹنی کو ان کے لیے فتنہ بنا کر بھیج رہے ہیں۔ اب ذرا صبر کے ساتھ دیکھ کر ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ان کو بتا دے کہ پانی ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنی باری کے دن پانی پر آئے گا۔ آخر کار ان لوگوں نے اپنے آدمی کو پکارا اور اُس نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ پھر دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب کی وجہ سے یہ مان لیا جائے کہ ہنٹائی کے لیے خدا کی نظر انتخاب اس پر پڑی ہے۔ یہی وہ جہالت تھی جس میں کفار مکہ مبتلا تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ماننے سے ان کا انکار بھی اسی بنیاد پر تھا کہ آپ بشر ہیں، عام آدمیوں کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں، کل ہمارے ہی درمیان پیدا ہوئے اور آج یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ مجھے خدا نے نبی بنایا ہے۔

۱۵۸ اصل میں لفظ آثِر استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ایسا خود پسند اور بر خود غلط شخص جس کے دماغ میں اپنی بڑائی کا سودا سما گیا ہو اور اس بنا پر وہ ڈینگیں مارتا ہو۔

۱۵۹ یہ تشریح ہے اس ارشاد کی کہ ہم اونٹنی کو ان کے لیے فتنہ بنا کر بھیج رہے ہیں۔ وہ فتنہ یہ تھا کہ یکا یک ایک اونٹنی لاکر ان کے سامنے کھڑی کر دی گئی اور ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک دن یہ اکیلی پانی پیے گی اور دوسرے دن تم سب لوگ اپنے لیے اور اپنے جانوروں کے لیے پانی لے سکو گے۔ اُس کی باری کے دن تم میں سے کوئی شخص کسی پتھے اور کنوئیں پر نہ خود پانی لینے کے لیے آئے، نہ اپنے جانوروں کو پلانے کے لیے لائے۔ یہ چیلنج اُس شخص کی طرف سے دیا گیا تھا جس کے متعلق وہ خود کہتے تھے کہ یہ کوئی لاڈ لشر نہیں رکھتا، نہ کوئی بڑا جھٹکا اس کی پشت پر ہے۔

۱۶۰ ان الفاظ سے خود بخود یہ صورت حال مترشح ہوتی ہے کہ وہ اونٹنی ایک مدت تک اُن کی بستنیوں میں دندناتی پھری۔ اس کی باری کے دن کسی کو پانی پر آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ آخر کار اپنی قوم کے ایک من چلے سردار کو انہوں نے پکارا کہ تو بڑا جری اور بیباک آدمی ہے، بات بات پر استنبین جڑھا کر مارنے اور مرنے کے لیے تیار

وَنذُرٍ ۳۰ اِنَّا ارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ
 الْمُحْتَظِرِ ۳۱ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ ۳۲
 كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ۳۳ اِنَّا ارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّا
 اِلَّ لُوطٍ بَنِيَّتَهُمْ بِسِحْرِ ۳۴ نِعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي
 مَنْ شَكَرَ ۳۵ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۳۶

اور کسی نہیں میری تنبیہات۔ ہم نے ان پر بس ایک ہی دھماکا چھوڑا اور وہ باڑے والے کی
 روندی ہوئی باڑھ کی طرح بھس ہو کر رہ گئے۔ ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ
 بنا دیا ہے اب ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

لوط کی قوم نے تنبیہات کو جھٹلایا اور ہم نے پتھر اڑا کرنے والی ہوا اس پر بھیج دی۔ صرف
 لوط کے گھر والے اُس سے محفوظ رہے۔ اُن کو ہم نے اپنے فضل سے رات کے پچھلے پہر بچا کر
 نکال دیا۔ یہ جزا دیتے ہیں ہم ہر اُس شخص کو جو شکر گزار ہوتا ہے۔ لوط نے اپنی قوم کے لوگوں کو
 ہماری پکڑ سے خبردار کیا مگر وہ ساری تنبیہات کو مشکوک سمجھ کر باتوں میں اڑاتے رہے۔

ہو جاتا ہے، ذرا ہمت کر کے اس ادٹنی کا قصہ بھی پاک کر دکھا۔ اُن کے بڑھادے چڑھاوے دینے پر اُس نے یہ ہم
 سر کرنے کا بیڑا اٹھالیا اور ادٹنی کو مار ڈالا۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ اس ادٹنی سے سخت مرعوب تھے،
 ان کو یہ احساس تھا کہ اس کی پشت پر کوئی غیر معمولی طاقت ہے، اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے وہ ڈرتے تھے، اور اسی
 بنا پر محض ایک ادٹنی کو مار ڈالنا، ایسی حالت میں بھی جبکہ اُس کے پیش کرنے والے پیغمبر کے پاس کوئی فوج نہ تھی جس
 کا انہیں ڈر ہوتا، اُن کے لیے ایک بڑی ہم سر کرنے کا ہم معنی تھا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرآن، جلد
 دوم، الاعراف حاشیہ ۵۸۔ جلد سوم، الشعراء، حاشیہ ۱۰۴-۱۰۵۔

۱۲۱ جو لوگ مویشی پالتے ہیں وہ اپنے جانوروں کے باڑے کو محفوظ کرنے کے لیے لکڑیوں اور جھاڑیوں کی
 ایک باڑھ بنا دیتے ہیں۔ اس باڑھ کی جھاڑیاں رفتہ رفتہ سوکھ کر جھڑ جاتی ہیں اور جانوروں کی آمد و رفت سے پامال ہو کر
 اُن کا بڑا وہ بن جاتا ہے۔ قوم ثمود کی کچی ہوئی بوسیدہ لاشوں کو اسی بڑا وہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وَلَقَدْ رَاودُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَسَنَّا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا
 عَذَابِي وَنُذِرًا ۝۳۷ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ۝۳۸
 فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذِرًا ۝۳۹ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ
 فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۝۴۰ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝۴۱
 كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ۝۴۲

پھر انہوں نے اُسے اپنے مہازوں کی حفاظت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ آخر کار ہم نے اُن کی آنکھیں موندیں کہ چکھو اب میرے عذاب اور میری تنبیہات کا مزہ صبح سویرے ہی ایک اٹل عذاب نے ان کو آیا۔ چکھو مزہ اب میرے عذاب کا اور میری تنبیہات کا۔ ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان فریعیہ بنا دیا ہے، پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

اور آلِ فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئی تھیں، مگر انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا۔ آخر کو ہم نے انہیں پکڑا جس طرح کوئی زبردست قدرت والا پکڑتا ہے۔

۵۲۲ اس قصے کی تفصیلات سورہ ہود آیات ۷۷ تا ۸۳ اور سورہ حجر آیات ۱۶ تا ۲۷ میں گزر چکی ہیں۔ خلاصہ ان کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو چند فرشتوں کو نہایت خوبصورت لوگوں کی شکل میں حضرت لوط کے ہاں معمان کے طور پر بھیج دیا۔ ان کی قوم کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ان کے ہاں ایسے خوبصورت معمان آئے ہیں تو وہ ان کے گھر پر چڑھ دوڑے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے ان معمانوں کو بدکارا کے بیٹے ان کے حوالہ کر دیں۔ حضرت لوط نے ان کی یہ انتہا منست سماجیت کی کہ وہ اس ذلیل حرکت سے باز رہیں مگر وہ نہ مانے اور گھر میں گھس کر زبردستی معمانوں کو نکال لینے کی کوشش کی اس آخری مرحلے پر یکایک ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ پھر فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا کہ وہ اور ان کے گھر والے صبح ہونے سے پہلے اس بستی سے نکل جائیں، اور ان کے نکلنے ہی اس قوم پر ایک سوناک عذاب نازل ہو گیا۔ بائبل میں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ”تب وہ اُس مرد یعنی لوط پر پیل پڑے اور نزدیک آئے تاکہ کوڑا توڑ ڈالیں لیکن اُن مردوں (یعنی فرشتوں) نے اپنے ہاتھ بڑھا کر لوط کو اپنے پاس گھر میں کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور اُن مردوں کو جو گھر



اَكْفَارِكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اَوْلِيٰكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي السُّبُوْرِ ۝۳۲
 اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّتَّصِفٌ ۝۳۳ سِيْهُنَّ مَجْمَعٌ وَّ
 يُوْلُوْنَ الدُّبُرَ ۝۳۴ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ
 اَدْهٰى وَاَمْرٌ ۝۳۵ اِنَّ الْمَجْرِمِيْنَ فِي ضَلٰلٍ وَّ سَعِيْرٍ ۝۳۶ يَوْمَ
 يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝۳۸

وقف لازم

کیا تمہارے کفار کچھ ان لوگوں سے بہتر ہیں؟ یا آسمانی کتابوں میں تمہارے لیے کوئی معافی لکھی ہوئی ہے؟ یا ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں، اپنا بچاؤ کر لیں گے؟ عنقریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ بلکہ ان سے نشتے کے لیے اصل وعدے کا وقت ترقیامت ہے اور وہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ساعت ہے۔ یہ مجرم لوگ درحقیقت غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور ان کی عقل ماری گئی ہے جس روز یہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اس روز ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھو جہنم کی لپٹ کا مزہ۔

کے دروازے پر تھے کیا چھوٹے کیا بڑے، اندھا کر دیا، سو وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تک گئے۔
 زیدائش، ۱۹: ۹-۱۱۔

۲۳ خطاب ہے قریش کے لوگوں سے۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں آخر کیا خوبی ہے، کون سے محل تمہارے نکلے ہوئے ہیں کہ جس کفر اور تکذیب اور مٹ دھرمی کی روش پر دوسری قوموں کو سزا دی جا چکی ہے وہی روش تم اختیار کرو تو تمہیں سزا نہ دی جائے؟

۲۴ یہ مزین پیشگوئی ہے جو ہجرت سے پانچ سال پہلے کر دی گئی تھی کہ قریش کی جمعیت، جس کی طاقت کا انہیں بڑا زعم تھا، عنقریب مسلمانوں سے شکست کھا جائے گی۔ اس وقت کوئی شخص یہ تصور تک نہ کر سکتا تھا کہ مستقبل قریب میں یہ انقلاب کیسے ہوگا۔ مسلمانوں کی بے بسی کا حال یہ تھا کہ ان میں سے ایک گروہ ملک چھوڑ کر حبش میں پناہ گزین ہو چکا تھا، اور باقی ماندہ اہل ایمان شعیب ابی طالب میں محصور تھے جنہیں قریش کے مقاطعہ

إِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلِمَةٍ
بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاءَكُمْ فَهَلْ مِنْ مَتَدَكِرٍ ﴿۵۱﴾
وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ ﴿۵۳﴾

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے، اور ہمارا حکم بس ایک ہی حکم ہوتا ہے،
اور ہلک بھپکتے وہ عمل میں آجاتا ہے۔ تم جیسے بہت سوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں، پھر ہے کوئی
نصیحت قبول کرنے والا؟ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب دقتوں میں درج ہے اور ہر چھوٹی
بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے۔

اور محاصرہ نے بھوکوں مار دیا تھا۔ اس حالت میں کون یہ سمجھ سکتا تھا کہ سات ہی برس کے اندر نقشہ بدل جانے
والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد عکرمہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، جب
سورہ قمر کی یہ آیت نازل ہوئی تو میں حیران تھا کہ آخر یہ کونسی جمعیت ہے جو شکست کھائے گی؟ مگر جب جنگ بدر
میں کفار شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اُس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زہ پہنے ہوئے آگے
کی طرف چھپٹ رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہیں کہ نَسِيْبُهُمْ الْجَحِيْمُ وَيَوْمَ كُونَ الدَّابُّوْا،
تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ تھی وہ ہزیمت جس کی خبر دی گئی تھی راہن جبریرہ ابن ابی حاتم۔

۵۲۵ یعنی دنیا کی کوئی چیز بھی اُلٹ نہیں پیدا کر دی گئی ہے، بلکہ ہر چیز کی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق وہ
ایک منقر وقت پر بنتی ہے، ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے، ایک خاص حد تک نشوونما پاتی ہے، ایک خاص مدت
تک باقی رہتی ہے، اور ایک خاص وقت پر ختم ہو جاتی ہے۔ ساری عالمگیر ضابطہ کے مطابق خود اس دنیا کی بھی ایک تقدیر
ہے جس کے مطابق ایک وقت خاص تک یہ چل رہی ہے اور ایک وقت خاص ہی پر اسے ختم ہونا ہے۔ جو وقت اس
کے خاتمہ کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے اس سے ایک گھڑی پہلے یہ ختم ہوگی، اور اس کے ایک گھڑی بعد یہ باقی رہے گی۔
یہ نازلی وابدی ہے کہ ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ قائم رہے۔ اور نہ کسی بچے کا کھلونا ہے کہ جب تم کو اسی وقت وہ
اسے توڑ پھوڑ کر دکھا دے۔

۵۲۶ یعنی قیامت برپا کرنے کے لیے ہمیں کوئی بڑی تیاری نہیں کرنی ہوگی اور نہ اسے لانے میں کوئی بڑی
مدت صرف ہوگی۔ ہماری طرف سے بس ایک حکم صادر ہونے کی دیر ہے۔ اُس کے صادر ہوتے ہی ہلک بھپکتا
وہ برپا ہو جائے گی۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَ نَهْرٍ ۝۵۳۱ فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِندَ
مَلِئِكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝۵۵۲

ناظرانی سے پرہیز کرنے والے یقیناً باغوں اور نہروں میں ہوں گے، سچی عزت کی جگہ،
بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب ۵

۵۳۱ یعنی اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ کسی خدا کے حکم و عادل کی خدائی نہیں بلکہ کسی انڈھے راجہ کی چو پیٹ نگری
ہے جس میں آدمی جو کچھ چاہے کرتا پھرے، کہ کوئی اس سے باز پرس کرنے والا نہیں ہے، تو تمہاری آنکھیں کھولنے
کے لیے انسانی تاریخ موجود ہے جس میں اسی روش پر چلنے والی قومیں پے در پے تباہ کی جاتی رہی ہیں۔
۵۳۲ یعنی یہ لوگ اس غلط فہمی میں بھی نہ رہیں کہ ان کا کیا دھرا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ نہیں، ہر شخص، ہر گروہ
اور ہر قوم کا لیے لارے بکار ڈ محفوظ ہے اور اپنے وقت پر وہ سہا منے آجائے گا۔